اپنے دل کے اضطرابات کو دوسروں کی نمائندگی کے لیے عرض کیا ہے۔ ورنہ میرے نزدیک سود حرام ہے' حرمت کی سب سے شدید قسم ہے' اسی لیے میں تو اس مسلک کا ہوں کہ بیع المرابحہ کو بھی صحیح تسلیم نہیں کرتا کیونکہ حضورؐ نے تاکید فرمائی کہ اگر کسی معاملت میں سود کا اشتباہ بھی ہو یا شائبہ بھی ہو تو اس سے بچو' کیونکہ یہ سب سے سخت حرمت ہے۔ (ن۔ص)

IQBAL THE POET : از قلم جناب ڈاکٹر عبدالمغنی صاحب' شعبہ انگریزی' پٹنہ یونیورسٹی۔ ناشر: ڈاکٹر وحید قریشی آنریری سیکرٹری بزم اقبال' ۲ کلب روڈ' لاہور۔ سفید کاغذ' خوشنما انگریزی ٹائپ' مضبوط جلد۔ قیمت ۱۰۰ روپے۔

مجھے اقبال کی پرکشش نے نوازی نے اتنا سرمست رکھا کہ کبھی "تنقید بازی" (بازی بازی' باریش باباہم بازی) کی ضرورت' یا جرات نہیں ہوئی بلکہ اقبال کے فکر و فن کی سرشاری میں میری توجہ صرف ان حملوں کی طرف گئی جو اقبال پر نظریاتی محاذوں کے تحت کیے جاتے رہے۔ اس حال میں ڈاکٹر عبدالمغنی پہلی شخصیت ہیں جن کے سامنے آنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ سے زیادہ وسیع مطالعہ علمی اور جائزہ ادبیات مشرق و مغرب کے ساتھ عظیم مگر مظلوم اقبال کے لیے کوئی اور بھی معرکہ آراء ہے۔ ڈاکٹر صاحب اردو میں تو اقبال پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور ان کی طویل نظموں کی تشریح سے مجھے نئی نئی معنویتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ورنہ میں تو بدو قسم کا قلم کار ہوں۔

اس وقت ڈاکٹر صاحب کی مختصر انگریزی کتاب میرے سامنے ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی دوسرے تمام اصحاب یا کتب یا فنونِ تحریر کے بارے میں نہایت متوازن ناقد ہیں اور کسی کمزوری کو نہیں بخشتے' لیکن اقبال کی محفل میں آکر بالکل میری طرح وہ حقائقِ اقبال اور شعرِ اقبال کے طالب علم بن جاتے ہیں۔ ابتدائیہ میں ڈاکٹر صاحب کے ان الفاظ سے اقبال شناسی میں ان کا مقام سمجھیے' لکھتے ہیں:

> بیسویں صدی نے دنیا کی کسی زبان میں اقبال سے بہتر شاعر پیدا نہیں کیا۔ وہ دنیا کے عظیم ترین شعراء کی صف میں مقام رکھتے ہیں۔ اقبال کی دلپذیر شاعری میں تخیل اور ہنر کا ایسا امتزاج ہے جو ان کے قارئین کے دلوں کی گہرائیوں میں سے جوش ابھارتا ہے' نیز وہ ان کے ذہنوں کو منور کردیتا ہے۔ خیال و جمال کی دولتِ معنی کا یہ معیار تاحال مغربی نصف کرۂ ارض میں مکمل اور بلا واسطہ دستیاب نہیں ہے۔ (آزاد ترجمہ)

ان الفاظ کے علاوہ مقامات و احوال کے عنوان کے تحت اور بھی زیادہ پرزور عبارات لکھی ہیں۔

ان جملوں کو آپ کتاب میں تفصیل سے پڑھیں تو ماننا پڑے گا کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں توضیحی تنقید کی ہے جو انکشافاتِ معانی اور وضاحت مقاصد سخن کا ذریعہ ہے۔ یہ بھی ایک اہم نوعیت کی تنقید ہے کہ وہ نابغہ زبیانی ہو' صاحبِ شاہ نامہ فردوسی ہو' مثنوی مولائے روم ہو' شکسپئر کے ڈرامائی ادب پارے اور شعرپارے ہوں اس سے بالاتر ہوتے ہیں کہ آپ ان کی غلطیاں پکڑیں۔ ایسے لوگوں کا مقام یہ ہوتا ہے کہ ان کے نہایت پیچیدہ اور تہ در تہ جہان معنی کے ایک ایک جزو کو سمجھا جائے اور آشکارا کیا جائے۔ خود میرا تجربہ ہے کہ بعض اشعار اور بعض اصطلاحات کو میں کئی برس بعد جا کے سمجھا' اور اب بھی پوری طرح بھروسہ نہیں ہے کہ میں جہانِ اقبال کے ہر کوہ وکاہ کا رمز شناس ہوں۔ ایسے گراں مایہ اربابِ فکر و فن کے لیے صرف توضیحی تنقید مفید ہوتی ہے جو طالب علمانہ انداز میں ہو۔ ورنہ اگر بانگِ دہل قسم کی تنقید میں لکھی جائیں گی تو پھر وہ Gone with the Wind ہو کے رہیں گی۔

ڈاکٹر صاحب اپنے پہلے ہی مضمون میں جنگِ عظیم اوّل سے ۶ سال پہلے کے امپیریلسٹ اقدامات' مشرقی تہذیب کی تباہی اور عالمی فضا میں پائے جانے والے بحران کو محسوس کرکے وہ غزل لکھ چکے تھے جس کا مصرعۂ اوّل یہ ہے کہ ۔

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا

اور جس میں مغربی عقل پرستی اور مادی تہذیب کے لیے خاص طور پر یہ انتہائی شعر کہا گیا ہے کہ

تمھاری تہذیب' اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا' ناپائیدار ہو گا

اسی میں پیش گوئی کی کہ جبریت ختم ہوجائے گی' مادی کمزوری اور قوت کا اہم اثر نہیں رہے گا۔ مختلف مغالطہ ہائے نگاہ غائب ہوجائیں گے۔ حقائق اور چھا جائیں گے۔ انصاف کی قوت چھا جائے گی۔ افادہ پرستی کا زور ٹوٹ جائے گا۔ بالکل بنیادی صداقتیں غالب ہوجائیں گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ آزادی اور فلاح کی طرف رخ مڑ جائے گا۔ میں اس ایک مقام کا اختصاراً ذکر کرکے' اصل ابوابِ کتاب کو قاری کے لیے چھوڑتا ہوں کہ وہ خود پڑھے۔

آئندہ ابواب یہ ہیں۔ "آفاقی زاویہ نظر" "اثر و نفوذ" "پیغام اور ذریعۂ پیغام رسانی" مراد

محض زبان نہیں بلکہ صنفِ بیان ہے۔ "خاص خاص شاہکار نگارشات" "لطیف و باریک جمالیات" (مختصر نظمیں اور قطعات وغیرہ) "غزلوں اور رباعیوں (چو بیتیوں) پر ایک نظر۔"

ان سب میں سے اہم' جامع اور تفصیلی باب خاص خاص نگارشات کا ہے۔ اس باب میں علامہ مرحوم کی طویل اور اہم نظموں کو لیا گیا ہے۔ خاص طور پر متعدد طویل نظموں کا واقعاتی توضیحات کے لحاظ سے الگ تجزیہ ہے اور فنی محاسن اور معانی کی وسعتوں اور خاص خاص اشاروں کے لحاظ سے الگ گفتگو ہے۔ ان نظموں کے نام "شمع و شاعر" "شکوہ و جواب شکوہ" "خضرِ راہ" "طلوعِ اسلام" "مسجدِ قرطبہ" "ساقی نامہ" "فرشتے آدم کو بہشت سے رخصت کرتے ہیں اور روحِ ارضی استقبال کرتی ہے" "تسخیرِ فطرت" "محاورہ مابین خداوند و انسان" "جوئے آب" "حدی" (نغمہ سارباناِ حجاز)۔

یوں تو حکیم الامت کی شاعری کا ہر حصہ اپنے اندر مخصوص نوادر رکھتا ہے' محض تکرار ان کا طریق نہیں ہے۔ بعض متذکرہ نظموں کے متعلق بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اقبال کے مدرسہ فکر کی حکمت کی ہر ضروری بات ان میں آگئی ہے اور ہم اقبال کے سوزوساز اور اس کے مکمل پیغام اور مقاصد کا بآسانی شعور حاصل کرسکتے ہیں۔ بیشتر ان نظموں کا اصل سانچہ غزل کا ہے' یعنی ہر نظم مختلف مربوط غزلوں کا مجموعہ ہے۔ پھر ان میں ماضی کی یادیں' حال کے کرب اور مستقبل کی امیدیں سموئی ہوئی ہیں۔ مسلمانوں کے ہر طبقے کے لیے اور پوری انسانیت کے لیے ان میں خصوصی خطاب پائے جاتے ہیں۔ اور ان نظموں کی تخلیق کے زمانوں کے فرق کے باوجود ان کے لیے اقبال کا مرد مومن' اقبال کی خودی اور اقبال کا شاہین جگہ جگہ محسوس ہوتا ہے۔ میرا خیال ناقص یہ ہے کہ اگر ان نظموں کو پوری طرح سمجھ کے پڑھ لیا جائے تو قاری اقبال کے جہان سوزوساز' جہان تخلیق اور جہان آرزو کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

یہ ڈاکٹر عبدالمغنی صاحب کا بڑا احسان ہے کہ انہی نظموں کی پردہ کشائی اردو میں بھی کی ہے اور انہی کو اب انہوں نے انگریزی خواں طبقے کے لیے بھی "خم زندگی کشادم" کا سماں پیدا کردیا ہے۔

(ن - ص)

بقیہ بر صفحہ ۳۳